ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۳ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ
۹ ستمبر ۱۹۶۶ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: "ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا (حاکم) مقرر کر کے بھیجا ہے تو ان سے فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو اولاً اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ پھر اگر وہ اس چیز میں تیری اطاعت کریں تو ان کو بتلا دو کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس چیز کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتلا دو کہ اللہ رب العزت نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تم میں سے فقیروں کو دی جائے گی۔ (بخاری و مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو خدا کی جانب سے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں۔ جب تک کہ وہ اس امر کا اقرار نہ کر لیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے مگر اسلام کا حق ان پر باقی رہے گا اور ان کا حساب خدا کے حوالہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا کفر کیا (اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے لڑائی کا ارادہ کیا) تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کیونکر قتال کرو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں۔ پس جس نے یہ کلمہ کہہ لیا اس نے اپنے مال اور جان کو مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اس کا حق اس کے ذمہ رہا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ بخدا میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور بخدا اگر مجھ سے وہ اونٹ باندھنے کی رسی بھی روکیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے قتال کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بخدا اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ کے سینے کو قتال کے لئے کھول دیا۔ پھر مجھ کو معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات ہی حق تھی۔ (بخاری و مسلم)

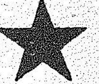
عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلائیے، جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے ــــ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔

(بخاری و مسلم)



بسم اللہ الرحمن الرحیم



سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
حافظ حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

جلد ۱۲ | ۲۳ رجمادی الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۶۶ء | شمارہ ۱۷

اپنی صورت اِس آئینے میں بھی دیکھئے!

ہمیں شرف الدین صاحب طالب علم مدینہ مسجد اندرون دہلی گیٹ ملتان کا ایک خط موصول ہوا ہے وہ لکھتے ہیں:-

"غالباً آپ سے یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ مرکزی وزیر قانون مسٹر ایس۔ایم ظفر نے بین الاقوامی میوزک کانفرنس کراچی میں تقریر کرتے ہوئے جمہور مسلمانوں کی سخت دلآزاری کی ہے اور کہا ہے کہ موسیقی کا نہایت قیمتی ورثہ ہے جسے ترقی دینا بے حد ضروری ہے انا للہ وانا الیہ راجعون — بے حیائی اور ڈھٹائی کی کس قدر انتہا ہے کہ رات کے بارہ بجے تک ریڈیو پر گھر گھر میں طاؤس ورباب کی ہلاکت آفرین جھنکار گونجتی رہتی ہے۔ ہر نماز خصوصاً مغرب اور عشاء کے وقت تو مساجد کے قرب و جوار میں راگ ورنگ کا ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی ان حضرات کی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور یہ موسیقی کو مزید عام کرنا چاہتے ہیں۔ شاید قیامت خیز زلزلوں سے بھی ان لوگوں کو عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ اتمام حجت کے طور پر یہ چند سطور اداراتی نوٹ لکھ کر مسلمانوں کے مجروح دلوں پر مرہم لگائیں۔ والسلام مع الاکرام

یہ خط اپنے اندر ایک مکمل دعوت انداز رکھتا ہے اس لئے کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ لہذا ہم آج کی صحبت میں سید دو عالم سرور دو عالم روح دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث کا ترجمہ اس سلسلے میں ہدیۂ قارئین خدام الدین کرتے ہیں:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت میں سے ارشاد فرمایا کہ نمازوں کو ضائع کر دیا جائیگا شہواتِ نفسانی کی اتباع کی جائیگی، خیانت کرنے والے اور فاسق لوگ سرکردہ بن جائیں گے، سچے جھوٹے کا پتہ نہ چل سکے گا، جھوٹ بولنا دل لگی ہوگی، زکوٰۃ کو بوجھ خیال کیا جائے گا، ایماندار اس زمانہ میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھا جائیگا، اور وہ برائیوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں اس طرح کڑھتا رہے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکے گا — بارش سے فائدہ نہ ہوگا، بے موسم برسے گی، مرد مردوں سے اور عورت عورتوں سے بدفعلی کریں گے، عورتیں ڈرائیوری کریں گی، اولاد والدین کی نافرمانی کرے گی، دوست اپنے دوست سے برا برتاؤ کرے گا، بڑے کاموں کو معمولی سمجھا جائے گا، مسجدوں کی ظاہری زیب و زینت اور خوبصورتی تو ہوگی اور نمازی بھی ہوں گے مگر دلوں میں نفاق اور دشمنی ہوگی، اس وقت یورپ سے ایک قوم اٹھے گی جو میری امت کے کمزوروں پر غالب آجائے گی۔ لوگ قرآن شریف کی طباعت سنہری حروف میں کریں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ قرآن شریف راگ اور سرود کے ساتھ پڑھا جائے گا، سود عام ہو جائے گا، انسانی خون کی ارزانی ہو جائے گی، دین کے کوئی معاون نہ ہوں گے، گانے بجانے والی عورتیں زیادہ ہو جائیں گی — عورتیں اور مرد کاروبار کرنے لگ جائیں گے، حج کو امیر اس لئے جائیں گے کہ سیر و تفریح کریں اور متوسط لوگ تجارت کے لئے جائینگے اور غریب سوال کے لئے حج کریں گے۔

(مدخل ابن الحاج)

مذکورہ بالا ارشاد نبوی کو غور سے پڑھئے اور گردوپیش پر نگاہ دوڑا کر دیکھئے کہ آیا یہ تمام علامات موجود ہیں یا نہیں؟ جہاں تک ہمارے تجربے کا تعلق ہے یہ علامات تقریباً پوری ہو چکی ہیں۔ اور جو باقی رہ گئی ہیں انہیں زمانے کی رفتار پورا کر دے گی آپ جس طرف نگاہ اٹھائیے برائیوں کا ایک سیلاب عظیم امڈتا ہوا دکھائی دے گا۔ عریانی و بے حیائی کی اس قدر

"چھ ستمبر تیرے لئے ہلاکت ہے"

چھ ستمبر کی صبح کو بھارتی سامراج نے بغیر اعلان جنگ کئے اپنی پوری قوت سے پاکستانی سرحدوں پر یلغار کر دی اور بالآخر منہ کی کھائی۔ اسی طرح خانہ ساز نبوت کے ایک مدعی نے اپنے وقت میں ایک پادری سے مباحثہ کیا اور کہا۔ کہ اگر میں سچا نبی ہوں تو پادری چھ ستمبر تک موت کی آغوش میں چلا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو میرا دعویٰ نبوت باطل ہوگا۔ آخر اپنے دعوے کو سچا ثابت کرنے کرنے کے لئے چودھویں صدی کے جھوٹے نبی نے پادری کو چوری چھپے قتل کروانے کی سازش کی اور بری طرح ناکام رہا۔ جس سے اس کا دعویٰ پادر ہوا ہو گیا — چھ ستمبر جب بھی آئے گا یہ کفر کی طاغوتی قوتوں، جہاد کے منکروں، ارتداد کی طاقتوں اور خانہ ساز نبوت کے مدعیوں کے لئے اپنے ساتھ پیغام موت بھی لائے گا۔



۸ رجمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۵ر اگست ۱۹۶۶ء

رزقِ حلال کمانا افضل ترین عبادت ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ :- خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

اللہ تعالےٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہم کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور مسلمان بنایا اور صحیح عقائد اور ایمان کی دولت سے نوازا - ہم قیامت تک اس احسان عظیم کا شکر ادا نہیں کر سکتے - اللہ تعالیٰ ہم کو آئندہ زندگی بھی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرماوے ، اور تعالےٰ وہن سے بے فکری اور نیک اعمال پر گھمنڈ و غرور سے بچائے - آمین -

حضرت رح فرمایا کرتے تھے کہ جب درخت کو پھل لگتا ہے تو اس کی ٹہنیاں پہلے سے زیادہ جھک جاتی ہیں - اسی طرح اگر آپ کو اللہ تعالےٰ اپنے انعامات سے نوازے ، اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے تو غرور و تکبر کرنے کی بجائے اللہ تعالےٰ کے دربار میں اور زیادہ جھکنا چاہیئے - پہلے سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا شکریہ بجا لانا چاہیئے - اور زیادہ عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہیئے - اللہ تعالےٰ ہم سب کو کثرت سے اپنا ذکر و شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرماوے - آمین !

ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ مرید کسے کہتے ہیں - مرید کا مطلب ہے ارادہ کرنے والا - مرید اس طالب صادق کو کہتے ہیں ، جس کو ہر لمحہ اور ہر وقت آخرت کی نجات کی فکر لگی ہو - جس کو دنیا کا کسی قسم کا لالچ نہ ہو جو ہر وقت رضا الٰہی حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو جس طرح طالب علم کو امتحان میں پاس ہونے کی فکر لگی رہتی ہے - اس کی کامیابی حاصل ہونے تک چین و سکون نہیں آتا - اس طرح مرید بھی ہر لمحہ نجات اخروی کے لئے فکر مند رہتا ہے اور ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اٹھاتا ہے - اس کے لئے یہ دنیا قید خانہ ہے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُسے مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے -

آج کل ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی نے اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بس نجات ہو گئی کوئی عبادت و ذکر کرنے کی ضرورت نہیں - ان کے ساتھ ہماری بھی نجات ہو جائے گی - حالانکہ یہ غلط ہے جب بچہ سکول میں داخل کرواتے ہیں تو علم کی ابتدا ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا علم سیکھ کر عالم بن جاتا ہے - یہ نہیں ہوتا کہ آج اُسے سکول داخل کروایا اور کل یا تھوڑے دنوں میں وہ ایم - اے پاس ہو گیا - ایم - اے یا اور کوئی اعلےٰ ڈگری حاصل کرنے کے لئے اسے مدت مدید تک محنت و کوشش کرنی پڑے گی - راتوں کو نیند کو قربان کرکے کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا - ایم - اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اسے ۱۶ امتحان پاس کرنے ہونگے -

بالکل اسی طرح بیعت کرنے کے فوراً بعد انسان کامل نہیں ہو جاتا - بلکہ اُسے مدت تک کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی - ہر وقت اصلاح حال اور آخرت کی نجات کے لئے فکر مند اور بے چین ہونا ہوگا - راتوں کو جاگ کر نفل عبادت کرنی ہو گی - کثرت سے ذکر اللہ کرنا ہوگا اور اگر ان سب عبادت میں نیت صرف کی رضا حاصل کرنے کی ہو گی - تب کہیں جاکر انسان صحیح معنوں میں مرید کہلائے گا - نیت میں اخلاص ہو اور نیک اعمال کی کثرت ہو تو پھر کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے - عمل کرنے سے پہلے نیت درست کرنا بہت ہی ضروری ہے - کیوں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے :- انما الاعمال بالنیات -

کسی مسلمان کو تکلیف اور دکھ پہنچانا گناہ ہے - لیکن ڈاکٹر اگر کسی کی ٹانگ کاٹتا ہے ہے - یا اپریشن کرتا ہے تو اُس کو مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کرنے کی وجہ سے اجر و ثواب ہوگا - کیونکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے - کہ مریض صحت یاب ہو جائے - اس کے برعکس اگر نماز و ذکر وغیرہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرے - تاکہ لوگ اسے نیک سمجھیں - تو اس کو گناہ ہوگا - حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کے دکھاوے کے لئے واہ واہ اور نام و نمود حاصل کرنے کے لئے کوئی نیکی کرنا شرک ہے - قبولیت اعمال کے لئے نیت کا خالص ہونا اور رزق حلال کھانا اشد ضروری ہے - اگر رزق حلال ہوگا - تو عبادت کی توفیق ہوگی - اور ضرور قبول ہو گی - رزق حرام سے عبادت کی بھی توفیق بھی نہیں ہوتی - اور اگر کوئی عبادت بھی کرے تو اس کی قبول نہیں ہوتی - حرام رزق سے صدقہ و خیرات ، زکوٰۃ ، اور حج وغیرہ کوئی نیکی قبول ہو تو ایسی نیکی سے ہزار درجہ بہتر ہے - کہ نہ حرام رزق کمایا جائے اور نہ ہی خیرات کی جائے - حدیث میں ہے کہ اگر انسان رزق حلال حاصل کرنے کے لئے کسی ذلیل جگہ بھی چلا جاتا ہے ، تو جنت اس کے لئے لازم ہو جاتی ہے حقیقتاً دین کی بنیاد رزق حلال کمانا ہے رزق حلال سے عبادت کی بھی توفیق ہو گی - جب عبادت کی توفیق ہو گی ، تو یقیناً قبول ہو گی اور اللہ تعالےٰ راضی ہونگے

حضرت ابراہیم بن ادھم رح ایک جگہ بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا اور کہنے لگا کہ آپ کس قدر بے فکر بیٹھے اللہ کی یاد کر رہے ہیں - میں صبح سے رزق حلال کی تلاش میں پریشان پھر رہا ہوں - اور اب واپس بیوی بچوں کے پاس اسی پریشانی اور فکر کو لئے جا رہا ہوں - آپ کس قدر آرام اور چین سے بیٹھے ہوئے ہیں - نہ آپ کو بیوی بچوں کی فکر اور نہ ان کے لئے رزق حلال تلاش کرنے کی فکر - حضرت ابراہیم بن ادھم رح نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا - یہ جو فکر اور پریشانی



۱۶ رجمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲ ر ستمبر ۱۹۶۶ء

خوفِ خدا ہو تو شریعت کا اتباع آسان ہو جاتا ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (سورۃ قٓ - ع ۳ - پ ۲۶)

ترجمہ: سو آپ قرآن سے اُس کو نصیحت کیجئے۔ جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں بکنے دو اور اُن کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ ہاں قرآن سنا سنا کر بالخصوص اُن کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ ڈرانا اور نصیحت کرنا انہیں کو کارگر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل وہی کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف موجود ہو۔

بزرگانِ محترم! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کام یا شوق سے ہوتا ہے یا خوف سے ــــ طالب علم تعلیم شوق سے حاصل کرتا ہے یا استاد کے خوف سے پڑھتا ہے۔ اسی طرح خدائی احکام کی تعمیل اور شریعت کی پیروی بھی یا تو شوق سے ہو سکتی ہے یا خوف سے ــــ اللہ تعالےٰ کے بعض بندے جو اللہ تعالےٰ کو محبوب سمجھ کر اور شوق سے شریعت کی پیروی کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام اور اونچے درجے کے اولیائے کرام ہوتے ہیں۔ شریعت ان کی طبیعتِ ثانیہ ہوتی ہے اور وہ رضائے مولا میں فنا ہوتے ہیں۔ بعض اولیائے کرام ایسے بھی ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں نہ دوزخ کا ڈر ہے۔ اور نہ جنت کی طمع ہے ہمیں تو فقط تیری رضا مطلوب ہے۔ تو جہاں رکھے ہم راضی ہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالےٰ اپنے محبّین صادقین کو دوزخ میں کیونکر ڈال سکتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ محبتِ خداوندی کی بناء پر ہی کہتے ہیں اور محبوبِ خدا ایسے محبوں کو ناخوش نہیں کرتا ــــ ان کے برعکس عامۃ الناس خوف سے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ آخرت کی فکر اور اللہ تعالےٰ کا ڈر انہیں شریعت کی پیروی پر مجبور کرتا ہے اور یہ ملکہ ان میں کسبًا پیدا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ شواہد اس کے حق میں ہیں اور خود کلام خداوندی پکار پکار کر کہتا ہے کہ قرآن کریم سے فائدہ وہی اٹھا سکیں گے اور شریعت کا اتباع انہی خوش نصیبوں کے لئے آسان ہو گا۔ جن کے اندر خدا کا خوف اور آخرت کی فکر موجود ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ

ملاحظہ فرمائیے:۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝
(س الانعام پ ۷، رکوع ۶ - آیت ۵۱)

ترجمہ: اور اس قرآن کے ذریعے سے اُن لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہو گا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

مقصد

یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایتوں سے فائدہ وہی اٹھا سکیں گے اور اس کلام ربانی سے فقط انہی لوگوں کو نصیحت کیجئے جن کو یہ خوف ہے کہ ایک دن وہ اپنے رب کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور اس وقت ان کا حمایتی اور سفارشی کوئی نہ ہو گا ــــ سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی ــــ ہر ایک کا معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہو گا۔ اور سوا اس کے کوئی کسی کا ساتھی یا مددگار نہیں ہو گا۔

پس اے برادرانِ عزیز! اگر آپ کو اپنے رب کے سامنے سرخرو ہونا ہے تو اسی دنیا میں اللہ کے حکموں کی تعمیل کرو۔ اور شریعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناؤ۔ اللہ نے جو حدیں مقرر کر رکھی ہیں انہیں ہرگز نہ توڑو، انہی حدود میں رہ کر زندگی بسر کرو۔ اور جو کام کرو اس کی رضا مندی کے لئے کرو اور جس چیز سے وہ منع کرے اسے بالکل چھوڑ دو ــــ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور

تقوے شعار ہی جنت کے وارث ہوں گے۔

شہادتِ قرآنی

قولہٗ تعالےٰ :-

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى

(سورہ النّزعٰت۔ رکوع ۲۔ پ ۳۰)

ترجمہ : اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بُری خواہشوں سے روکا سو بیشک اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی جو اس بات کا خیال کرکے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اُسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانہ بہشت کے سوا کہیں نہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ خوف خدا کے باعث نفس پر قابو رکھنے والوں اور شریعت کی تابعداری کرنے والوں کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

محترم حضرات! یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھئے کہ خوفِ خدا سے ایمان اور ایمان سے اسلام پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی ماں ایمان ہے اور ایمان کی ماں خوفِ خدا ہے — چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خوفِ خدا کے باعث شریعت کا اتباع آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسا خوف عطا فرمائے کہ کوئی قدم بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اٹھنے نہ پائے اور

خوفِ خدا

کی برکت سے ہر طرح کی نیکیوں کی توفیق ہو جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ : اداریہ

فراوانی ہو گئی ہے کہ بس توبہ ہی بھلی لیکن اس پر بھی ہر طرف "ہل من مزید" کا شور برپا ہے۔ راگ رنگ اور لہو لعب اپنے شباب پر ہیں۔ سینما گھروں کا یہ حال ہے کہ گلی گلی اور کوچے کوچے میں تعمیر ہو رہے ہیں۔ صبح اُٹھتے اور رات سوتے وقت ہر سمت سے گانے والی عورتوں ہی کی آواز کان پڑتی ہے مگر ہمارے وزیر قانون ایس۔ ایم ظفر کی موسیقی کی انتہا اس سے بھی پوری نہیں ہوتی اور وہ بین الاقوامی میوزک کانفرنس کراچی میں اپنا دیاکھیان دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ موسیقی مسلمانوں کا قیمتی ورثہ ہے۔ جسے ترقی دینا از حد ضروری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے وقت میں جو قربِ قیامت کا زمانہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ رجوع الی اللہ کیا جاتا اور لہو ولعب اور برائیوں سے دستکش ہو کر یادِ خداوندی اور فکرِ آخرت میں وقت گذارا جاتا مگر معاملہ اس کے قطعی برعکس ہے۔ اگر کوئی چیز دنیا کو یاد نہیں تو وہ خدا کا خوف ہے اور اگر کسی چیز کی فکر نہیں تو وہ فکرِ آخرت ہے کاش! اس حدیث کے آئینے میں ہم اپنی صورت دیکھیں اور اپنی تمام تر توجہات آخرت سنوارنے پر مرکوز کر دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

موت العالم موت العالم

مجلس ذکر کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ نے شرکائے مجلس کو سورہ فاتحہ اور قل شریف پڑھ کر اسد اللہ المنان حضرت مولانا عبدالحنان خطیب جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لئے کہا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا کا بالاکوٹ میں وصال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باور کیجئے یہ خبر سنتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے آسمان سے ایک بجلی ٹوٹ پڑی ہے اور اس نے خرمنِ ہوش و حواس کو خاکستر بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن راہیٔ ملکِ بقا ضرور ہونا ہے ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

لیکن پھر بھی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی وفات کی خبر سننے کے لئے کان تیار نہیں ہوتے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس عالم رنگ و بو کو کچھ دیر اور اپنی جلوہ سامانیوں سے رونق بخشتے۔ مگر سچ ہے بقاء صرف اللہ کو ہے اس کے علاوہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دنیا میں کامیاب و بامراد زندگی گذارنے کے بعد اسی قانون کے تحت اپنے رب کے حضور پہنچ چکے ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ وہ رحمتِ باری کی آغوش میں مزے اڑا رہے ہوں گے۔ ہمیں ان کی موت کا غم نہیں کہ وہ تو منزلِ مقصود کو پہنچ گئے ہیں غم صرف اپنی حرماں نصیبی کا ہے کہ ان کے فیوض و برکات سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور جب یہ خیال آتا ہے کہ دنیا علم صحیح اور عمل صحیح سے خالی ہوتی جاتی ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور دنیا آنکھوں کے سامنے اندھیر نظر آنے لگتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحنان بلاشک و شبہ اپنے بزرگوں کے جاں نثار، اہل حق کی تیز دھار تلوار، علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار، حضرت امیر شریعت کی اور اس گئے گزرے دور میں شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے قافلہ حریت کے ایک سالار تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور انہیں اپنے اسلاف کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین!

ہم قارئین خدام الدین سے پر زور درخواست کرتے ہیں کہ وہ حضرت مولانا مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کریں۔ اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔

(نوٹ) حضرت مولانا کی وفات پر یہ سطور آخری وقت میں جبکہ پرچہ تیار ہو کر پریس جا رہا تھا تحریر کی گئیں — حضرت مولانا کے تفصیلی حالات کسی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نقشبندی قادری۔ پسروری

سیرت حضرت لقمان علیہ السلام

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ ولا نبوۃ بعدہٗ۔

معزز ناظرین اب آپ کی خدمت حضرت لقمان علیہ السلام کی سیرت پیش کی جاتی ہے آپ کا نام دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ناخواندہ لوگ بھی انہیں حکمت کا بادشاہ کہتے ہیں۔ اور قرانِ کریم میں آتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ (ہم نے حضرت لقمان کو حکمت بخشی تھی)۔ آپ کے والد کا نام باعور دادے کا نام ناہور پردادے کا نام تارخ لیکن تارخ آذر کے نام سے مشہور تھے۔

دنیا جانتی ہے کہ یہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔

حضرت لقمان قوم بنی اسرائیل میں مقدمات کے فیصلہ کے لئے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔

حضرت لقمان کی عمر

پندرہ سو برس عمر پائی۔ حضرت لقمان کا رنگ اور وطنیت :۔ حضرت سعید بن مُسَیَّب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت لقمان علیہ السلام حبشہ کے رہنے والے علم حکمت کے بادشاہ تھے۔ افریقہ یعنی حبشہ کے چار بلند پایہ انسانوں میں سے ایک یہ تھے۔

۱۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو مسجدِ نبوی کے باوقار موذن تھے۔ ان کا مزار مبارک دمشق میں ہے۔

۲۔ حضرت مہجعؓ یہ حضرت سیدنا امیر عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے۔

۳۔ حضرت نجاشی حکمران حبشہ۔ دین مسیحی چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کا ذکر خیر ساتویں پارے کی پہلی آیاتوں میں موجود ہے۔ یہ حبشہ میں فوت ہوئے۔ اور حضرت رسول اقدس صلے اللہ علیہ و السلام نے مدینہ میں ان کا چار تکبیروں سے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

۴۔ حضرت لقمان علیہ السلام کو دنیا بھر کے مشاہیر علم و حکمت کا بادشاہ کہتے ہیں۔ لیکن اکیلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اُن کی نبوت کے قائل ہیں۔ فن تعمیر اور فن خیاطت میں بھی بہت بلند مقام تھا۔

★

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت لقمان اللہ تعالےٰ کے محِب اور خدا کے محبوب تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں عقلِ کامل اور علم وسیع اور عمل میں بلند مقام اور معاملات میں پوری بصیرت بخشی تھی۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی مفید نصیحتیں اور عمر

قطب الاقطاب حضرت سید حسن شاہ رسول نما رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ لقمان کی نصیحتوں میں سے ایک یہ ہے۔

۱۔ کسی انسان کو دکھ اور درد نہیں پہنچانا چاہیئے۔ دنیا بھر کے انسان اگرچہ جُدا جُدا مذہب رکھتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ پہ سب کا اتفاق ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ کسی کو دکھ درد مت پہنچاؤ۔ بلکہ مخلوق کو خدمت کے ذریعہ آرام پہنچانا۔ بہت بڑی سعادت ہے۔

(۲)۔ دنیا کے عاشق بہت ہی زیادہ ہیں۔ لیکن دنیا نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی

(۳)۔ کسی عقلمند کو دنیا سے وفا کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔

ایک دفعہ حضرت سید حسن شاہ رسول نما نے فرمایا۔ کہ کسی انسان کو اتنی لمبی عمر نہیں ملی۔ جتنی کہ حضرت لقمانؑ کو انہوں نے پندرہ سو برس عمر پائی۔ جب ان کی وفات کے وقت موت کا فرشتہ حاضر ہوا تو اس وقت حضرت لقمان باغ میں بیٹھے ٹوکریاں بن رہے تھے۔ ملک الموت نے فرمایا۔

اے لقمان تو نے پندرہ سو برس کی عمر پائی۔ لیکن اپنے رہنے کے لئے ایک جھونپڑی بھی نہ بنائی۔ حضرت لقمان نے فرمایا۔ اے عزرائیل جس کے پیچھے تیرے جیسا زبردست فرشتہ لگا ہوا ہو۔ وہ گھر کیسے بنا سکتا ہے۔

منقول از ملفوظات و سیرت حضرت قطب الاقطاب رسول نما سید حسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ)

ان کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔ ۱۱۵۴ھ میں وفات پائی۔ یہ کتاب بالکل نایاب ہے اس کا صرف ایک نسخہ طبع شدہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے (سعادتمند عزیز صالح نوجوان ملک عبداللطیف صاحب ایم۔اے۔ پسروری قادری پروفیسر کی وساطت سے اس کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا۔

ان کو رسول نما اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ ان کے اکثر وابستگان کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جایا کرتی تھی

حضرت لقمان کی غلامی کا دَور

آپ کا کچھ عرصہ غلامی میں بھی گزرا۔ لیکن غلامی کے دور میں اپنے عقل حکمت کے باعث اپنے مالک کے دل میں بستے اور ان کا مالک ان کی راہنمائی میں کام کرتا تھا۔

ایک دفعہ مالک نے حکم دیا۔ کہ بقرہ ذبح کرکے گوشت کا بہترین ٹکڑا لے کر آؤ حضرت لقمان نے بکرا ذبح کرکے۔ اس کا دل اور زبان مالک کے سامنے پیش کیا۔ مالک نے کہا۔ ان دونوں سے بہتر کوئی ٹکڑا نہیں تھا۔ کہا۔ نہیں۔ دوبارہ مالک نے فرمایا ایک اور بقرہ ذبح کرکے اس کے جسم سے بدترین ٹکڑا لے کر آؤ۔

حضرت لقمان نے دوسری دفعہ بقرہ کے دل اور زبان کو پیش کیا۔ ان سے بدتر کوئی ٹکڑا نہیں تھا۔

فرمایا۔ نہیں۔ فرمایا کہ دل اور زبان اگر پاکیزہ ہوں۔ تو یہ سب سے بہتر ہیں۔ اگر یہ دونوں بگڑ جائیں۔ تو ان سے زیادہ بدتر کوئی چیز نہیں۔

حضرت لقمان کا آزادی کا دَور

حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں۔ کہ کہ ایک دفعہ حضرت لقمان بہت لمبے سفر سے واپس آئے۔ تو اُن کے ایک غلام نے کئی میل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ حضرت لقمان نے فرمایا کہ میرے ابّا جان کا کیا حال ہے۔

غلام نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت لقمان نے سرد آہ بھر کر فرمایا کہ اب تمام معاملات کی ذمہ داری کا بوجھ مجھ پہ پڑ گیا ہے۔

حضرت لقمان نے فرمایا۔ میری بیوی کا کیا حال ہے۔ غلام نے کہا وہ بھی فوت ہو چکی ہے۔ حضرت لقمان نے فرمایا کہ اب میرے لئے نئے بندے کا انتظام کرو۔ (یعنی شادی کا بندوبست کرو) آپ نے فرمایا میری بہن کا کیا حال ہے۔ غلام نے کہا۔ کہ وہ بھی فوت ہو چکی ہے۔ فرمایا الحمد للہ کہ اب عزت آبرو کا خطرہ باقی نہیں رہا۔ فرمایا

کہ میرے بھائی کا کیا حال ہے۔ غلام نے کہا وہ بھی فوت ہو گیا ہے۔ فرمایا۔ اِنْقَطَعَ ظَھْرِیْ دہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔

حضرت لقمان کی چند نصیحتیں

۱۔ حضرت لقمان نے فرمایا سب سے بہترین مال دولت صحت تندرستی ہے۔

نوٹ:۔ کاش کہ اکثر لوگ اپنی اِس خدا داد نعمت کو حقہ سگریٹ اور چائے نوشی کے ذریعہ سے برباد کر رہے ہیں۔

۲۔ والدین کا اولاد کو تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں مارنا اتنا ہی مفید ہے۔ جتنا کہ کھیتی کے لئے پانی کسی آدمی نے دیکھا۔ کہ بہت زیادہ مخلوق حضرت لقمان کے ارد گرد جمع ہے۔ جو نہایت شوق سے علمی فیض حاصل کر رہے تھے۔ اس نے کہا آپ کو یہ عزت کا بلند مقام کب سے نصیب ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے ہمیشہ قول و عمل میں موافقت کو پیش نظر وہ نیکی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ عظمت مرحمت فرمائی ہے۔ ہر قسم کی امانت میں خیانت کرنے سے نفرت رکھی۔ اور ہمیشہ لغویات سے کنارہ کیا

۳۔ اپنے بیٹے سے فرمایا اے فرزند دنیا بہت بڑا اور وسیع اور گہرا سمندر ہے۔ اس میں لاکھوں انسان غرق ہوئے۔ تو اس سمندر کو عبور کرنے کے لئے خدا کے خوف اور پرہیز گاری کی کشتی بنا لے اور اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھ اور مضبوط ایمان اپنا سفر خرچ اور زاد راہ بنا لے۔ اور ہر کام کا انجام اللہ کے حوالے کر۔ اے فرزند اس تدبیر سے تو ہلاکت سے بچ جائیگا

اے فرزند صرف اپنی ضرورتوں کے مطابق دنیا میں قدم رکھو۔ اور قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ زیادہ حرص کرنے سے تیری عاقبت برباد ہوگی۔ دنیا کا کاروبار کو بالکل چھوڑ دینا بھی اچھا نہیں۔ اس سے تو لوگوں پر بوجھ بن کر رہ جائے گا

۴۔ اے فرزند روزے اس طرح رکھو۔ کہ نفسانی خواہشات مغلوب ہو جائیں۔ ایسے روزے نہ رکھو۔ کہ نماز پڑھنے کی ہمت نہ رہے۔ اس لئے کہ نماز عظمتِ روزہ سے بہت زیادہ ہے۔

۵۔ اے فرزند علم حاصل کرو۔ لیکن نہ اِسلیئے کہ علما پر فخر کرو۔ یا ناوانوں سے مناظرے کر کے اپنی شہرت حاصل کرو۔

۶۔ اے فرزند علم سے کنارہ کر کے عبادت کی طرف زیادہ رغبت نہ کرو۔

۷۔ اے فرزند اگر کہیں اللہ والوں کی مجلس مل جائے۔ تو اُس میں ضرور شرکت کرو۔ ذکرِ الٰہی کی برکت سے جب رحمت نازل ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے تجھے بھی حصّہ مل جائے گا۔

۸۔ اے فرزند بد کاروں کی مجلس سے کنارہ کرو۔ ایسی مجالس میں شریک ہونے سے علم گھٹتا اور جہل بڑھتا ہے۔ اور جب اللہ کا عذاب اُن پر نازل ہو گا۔ تو تجھے بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

نوٹ:۔ اس نصیحت سے ان مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے جو مرتدوں کو اپنی مسرتوں میں شریک کرتے ہیں اور ان کی مجالس میں خود شریک ہوتے ہیں۔

۹۔ اے فرزند علم اور اخلاق کے قیمتی موتی نااہل اور نالائقوں میں تقسیم کر کے ضائع نہ کر جس طرح بھیڑیے اور دنبے میں مناسبت نہیں۔ اسی طرح جاہل اور کمینے انسانوں کو علم اور اخلاق کے جواہر پاروں سے محبت نہیں۔

۱۰۔ اے فرزند جو انسان اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا۔ اُس کو ندامت اور شرمندگی سامنے آتی ہے۔

۱۱۔ اے فرزند شرفار اور صلحا اور نیک بندوں کا غلام بن کر رہ اور بری مجلس سے کنارہ کر۔

۱۲۔ اے فرزند ایسی دو رنگی زندگی سے کنارہ کر کہ لوگ تیرا ظاہر حال دیکھ کر تجھے خدا پرست اور اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا سمجھیں اور تیرا دل گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہو چکا ہو۔

۱۳۔ اے فرزند عاجزی۔ ادب اور محبت کے ساتھ علماء کرام کی مجلس میں رہ کر علم کی دولت حاصل کر لے۔

۱۴۔ اے فرزند جب تو سفر میں سواری سے اترے تو اپنے سامان کی حفاظت اور سواری کے آرام کا مکمل انتظام کر۔

۱۵۔ اے فرزند تو ایسا ہو۔ کہ لوگوں کی نیکی اور بھلائی کی نصیحت کرے اور خود گناہوں میں مبتلا رہے ایسا انسان اس چراغ کی طرح ہے۔ جس کی روشنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہ خود جلتا رہتا ہے

۱۶۔ اے فرزند جھوٹ اور وعدہ خلافی سے سخت نفرت کر۔ ان کے ساتھ انسان کا۔ وقار ختم ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ اے فرزند میل ملاپ میں محبت میں نرمی اور خوش اخلاقی اختیار کر۔ حرص اور بخل سے نفرت قناعت اور فراخدلی کا طریقہ اختیار کر۔

۱۸۔ اے فرزند حسد کرنے والے کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) تیرے سامنے مجلس میں خوشامد چاپلوسی اور تعریف کرتا ہے۔ اور غائبانہ تیرے عیب بیان کر کے بدنام کرتا ہے (۳) تیرے ہر قسم کے نقصان پر خوشی محسوس کرتا ہے۔

لطیفہ

حضرت لقمان کی غلامی کے دور کا ایک واقعہ

حضرت لقمان جیسے کہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔

بشنیدم کہ لقمان سیاہ فام بود
نہ تن پرور نازک اندام بود

حضرت لقمان کا رنگ کستوری بلکہ غلاف کعبہ جیسا تھا۔ اور نقش و نگار بھی ایسے ویسے تھے اس لئے کچھ دور پکڑ دھکڑ (غلامی) میں گزرا اسی دور کا یہ ایک واقعہ ہے۔

لقمان کے مالک نے نشہ کی حالت میں اپنی قوم کو سختی سے حکم دیا۔ کہ اس تالاب کا سارا پانی پی کر ختم کرو۔ تالاب اتنا بڑا تھا کہ اس کا ختم ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ قوم نے اپنی عاجزی اور بے کسی کے باعث حکم کی تعمیل سے معذرت کی نشہ اترنے کے بعد حاکم کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ قوم نے حضرت لقمان کے ذریعہ سے عقدہ کشائی کی درخواست کی۔

حضرت لقمان نے اپنے مالک سے کہا۔ کہ اس پانی کا رنگ سخت کالا ہے۔ آپ اس کی سیاہی ختم کر دیں۔ تب قوم اس حکم کی تعمیل کر سکے گی۔ مالک نے کہا۔ کہ پانی سے سیاہی کے رنگ کا دور ہونا ناممکن ہے۔

حضرت لقمان نے کہا۔ پھر اتنے زیادہ پانی کا پینا بھی ناممکن ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی حضرت لقمان علیہ السلام کو مبارکباد

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لقمان تجھے مبارک ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے علم حکمت سے حصہ وافر عطا فرمایا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے فرزند کو نصیحت

حضرت لقمان آخیری دم تک اپنے فرزند کو نصیحتیں فرماتے رہے۔ اختتام پر فرمایا۔ کہ اے فرزند خاموشی بہت بڑی عقلمندی ہے۔ لیکن اس کو استعمال کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں

۱۹، ۲۰۔ اے فرزند اللہ تعالےٰ کی رحمت کے امیدوار ہو۔ لیکن اس امیدواری کے جذبہ کو اتنا نہ بڑھاؤ۔ کہ گناہوں کی طرف قدم بڑھتا چلا جائے۔ اور اللہ تعالےٰ کا خوف اپنے دل میں رکھو۔ لیکن نہ اتنا کہ رحمت سے مایوس ہو جاؤ۔

فرزند نے کہا اے ابّا جان میرے سینے میں ایک ہی دل ہے۔ اور یہ بہت مشکل ہے۔ کہ ایک دل میں دو مختلف قسم کے جذبے جمع ہوں

حضرت لقمان نے فرمایا کہ مومن کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف بھی ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس کے دل میں خدا کی رحمت کی امید اور اس کی محبت بھی ہوتی ہے۔ جس کے ذریعہ سے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

تربیتِ اولاد

بچوں کی تربیت کے لئے مؤثر طریقہ اختیار کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ بچہ والدین کے پاس خدا کی امانت ہے۔ اور اس کا دل ایک عمدہ صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے، جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش و صورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش و اثر کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اور جس چیز کی طرف چاہو، مائل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم پڑھایا جائے تو وہ ایسی ہی عمدہ نشو و نما پاکر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے، اور اس کے ثواب میں اس کے والدین اور استاد وغیرہ بھی حصہ دار ہوتے ہیں۔ اور اگر اس میں بری عادتیں پیدا کی جائیں اور جانوروں کی طرح بے قید چھوڑا جائے، تو وہ بد اخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال گناہ اس کے والی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَہْلِیْکُمْ نَارًا (الآیہ)، (اے ایمان والو اپنی جانوں کو، اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ)۔

اور جب کہ باپ اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچاتا ہے تو بطریقِ اولیٰ اس پر لازم آتا ہے، کہ اسے آخرت (جہنم) کی آگ سے بچائے۔ اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اسے آداب اور تہذیب سکھائے۔ اور محاسن اخلاق کی تعلیم دے۔ اور برے ساتھیوں اور ہم نشینوں سے اس کی حفاظت کرے اور ناز و نعم کا عادی نہ بنائے۔ اور اس کے دل میں بناؤ سنگار، زیب و زینت تن آسانی اور آرام طلبی کی رغبت نہ بیٹھنے دے، ورنہ وہ بڑا ہو کر ان ہی حقیر چیزوں کی طلب اور جستجو میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر کے ہمیشہ کے تباہ ہو جائے گا۔ بلکہ لازم ہے کہ باپ ابتدا سے اس کی کڑی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا ہے۔

حلال غذا کی ضرورت و اہمیت

اور اس کی پرورش کرنے اور اسے دودھ پلانے کے لئے بھی کوئی نیک خو اور دیندار عورت مقرر کرے جو رزق حلال کھاتی ہو۔ کیونکہ جو دودھ رزقِ حرام سے پیدا ہوتا ہے اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی بلکہ جب حرام کے دودھ سے بچے کی پرورش ہوتی ہے۔ تو اس مایۂ خمیر میں خباثت رَنْج جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی طبیعت شیطانی کاموں کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور جب بچے میں نیکی و بدی کی تمیز کا شعور محسوس ہو تو اس کی نہایت ہی کامل نگہداشت شروع کر دیں اور اس کا اندازہ حیا کی ابتدائی علامات کے ظہور سے ہوتا ہے کیونکہ جب وہ اپنی عزت و شرف کو محسوس کر کے شرمانے لگتا ہے تو یہ صرف اس کی عقل ہی کی ضیاء اور روشنی کا نتیجہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بعض کاموں کو برا اور دوسرے کاموں کے خلاف سمجھ کر ایسے بعض کاموں سے شرماتا ہے۔ اور ان دوسرے بعض کاموں سے شرم محسوس نہیں کرتا، اور یہی حیاء کا احساس ہے۔ جو اس پر اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ اور ایک بین علامت ہے۔ جو اس کے اعتدال اخلاق اور دل کی صفائی پر دلالت کرتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ یہ بھلائی برائی کا احساس پیدا کرنے والا شعور قدرت کی طرف سے اس امر کی بشارت ہے۔ کہ وہ بچہ بالغ ہو کر کامل عقل والا ہو گا۔ اس لئے حیاء دار بچے کو ہرگز آزاد نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بلکہ اس کی حیاء و تمیز سے مدد لیتے ہوئے اس کی خوب تربیت کرنی چاہیئے۔

آداب طعام کا بیان

سب سے پہلے جو بری خواہش بچے پر غلبہ کرتی ہے وہ زیادہ کھانے کی حرص ہے۔ اس لئے اس کو کھانا کھانے کے آداب سکھانا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ کھانا صرف داہنے ہاتھ سے کھائے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھے، اپنے سامنے سے ہی کھائے، دوسروں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ کھانے کی طرف دیکھتے ہی نہ لگ جائے اور نہ ہی کسی کھانے والے کی طرف نظر جمائے۔ کھانے میں حد سے زیادہ جلدی بھی نہ کرے اچھی طرح چبا کر کھائے، لگاتار لقمے منہ میں نہ ڈالے۔ سالن وغیرہ سے ہاتھ اور کپڑے خراب نہ کرے۔ بعض اوقات اسے خشک روٹی بھی کھلائی جائے تاکہ وہ سالن کو اس قدر ضروری نہ سمجھے کہ اس کے بغیر گزارہ ہی نہ کر سکے، اس طرح اس کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان نہ کی جائے۔ مثلاً اس طرح کہ زیادہ کھانے والوں کو جانوروں سے تشبیہ دی جائے اس کے سامنے زیادہ کھانے والے بچوں کی مذمت، اور کم کھانے والے تربیت یافتہ بچوں کی تعریف کی جائے۔ اسے کھانے میں ایثار کرنے یعنی اپنے ساتھیوں کی ضرورت کا خیال رکھنے کی طرف پوری توجہ دلائی جائے۔ کھانے کی کم پرواہ کرنے اور ہر قسم کے سادہ کھانے پر قناعت کرنے کا خوگر بنایا جائے

آداب لباس کا بیان

اس طرح رنگین کپڑوں اور ریشمی لباس کی بجائے اس کے دل میں سفید کپڑوں کی محبت و رغبت پیدا کی جائے۔ اور اچھی طرح اس کے ذہن نشین کیا جائے کہ ایسے کپڑے پہننا عورتوں اور ہجڑوں کا کام ہے، اور شریف مردوں کو اس سے نہایت نفرت ہے اور ایسی باتیں اسے وقتاً فوقتاً عام طور پر کہی جایا کریں (اور ماں باپ وغیرہ کا فرض ہے کہ جب کبھی کسی بچے کو ریشمی یا رنگین کپڑے پہنے ہوئے دیکھے، تو اس کے سامنے اس کی خوب مذمت کریں۔ اور اس کے دل میں اس کی نفرت بٹھائیں اور اسے ان تمام بچوں کے میل جول سے محفوظ رکھیں۔ خوشحالی، آرام طلبی اور فاخرہ کپڑے پہننے کے عادی ہوں، اور ہر اس شخص کی صحبت سے بھی اسے محفوظ رکھیں جو اسے ایسی مرغوب چیزوں کی باتیں سنائے، جو بچہ ابتدائی اٹھان کے وقت (ایسی باتوں میں)، آزاد چھوڑا جاتا ہے وہ بڑا ہو کر عام طور پر بد اخلاق، جھوٹا، چور، چغل خور، ضدی، بیہودہ گو، ہنسی مخول کرنے والا، مکار، فریبی اور بیوقوف ثابت ہوتا ہے۔ اور ان تمام خرابیوں سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ صرف عمدہ، تعلیم و تربیت ہی ہے۔ اس کے بعد بچے کو مکتب میں داخل کرنا چاہیئے تاکہ

وہ قرآن و حدیث پڑھے اللہ کے نیک بندوں کے حالات اور سوانح و حکایات کا علم حاصل کرے تاکہ بچپن ہی سے اس کے دل میں اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جڑ لگ جائے۔

شعر و شاعری کی وباء

نیز اس کو عشقیہ اشعار اور عاشق مزاج شاعروں سے بھی محفوظ رکھے، اور ایسے ادیبوں سے بھی الگ تھلگ رکھے جو یہ سمجھتے ہوں کہ شعر گوئی زندہ دلی اور لطافت طبعی کی علامت ہے کیونکہ یہ بچوں کے دلوں میں فساد اور خرابی کا بیج بونے والی چیزیں ہیں۔

نیکیوں پر اُبھارنے اور برائیوں سے روکنے کا طریقہ

پھر جب کبھی بچے سے کوئی عمدہ خصلت یا قابلِ تعریف فعل ظاہر ہو تو باپ کو چاہیئے اسے شاباش کہے اور ایسا انعام دے جس سے وہ خوش ہو جائے اور لوگوں میں اس کی تعریف کرے، پھر اگر کبھی وہ اس کے خلاف بیٹھے تو مناسب ہے کہ اس سے بے خبری ظاہر کرے، نہ تو اس کی بے عزتی اور تذلیل کرے نہ ہی اس کی غلطی کو نمایاں کرے، بلکہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہونے دے کہ وہ اپنے سامنے اس کا ایسی جرأت کرنا بھی ناممکن سمجھتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ بچہ خود ہی اپنی غلطی ڈھانپتا اور چھپانے کی کوشش کرتا ہو کیونکہ بسا اوقات کسی کی غلطی کا اظہار کرنا اس کے زیادہ بے باک ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اپنا عیب ظاہر ہونے کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اور اگر ایسی عاقلانہ احتیاط کے باوجود وہ دوبارہ ویسی ہی حرکت کرے تو مناسب ہے، کہ اسے تنہائی میں جھڑکا جائے۔ اور اس فعل کی برائی اس پر خوب ظاہر کی جائے، اور کہا جائے کہ خبردار! کہ اس کے بعد ایسی بری حرکت ہرگز نہ کرنا، خدانخواستہ اگر تیری اس غلطی کا کسی کو پتہ لگ گیا تو تو لوگوں میں رسوا اور بدنام ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا القیاس

زیادہ جھڑکنے کے نقصانات

لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ اُسے زیادہ نہ جھڑکا کریں، کیونکہ اس سے بچے میں طعن و ملامت سننے کی عادت اور غلطیوں کا ارتکاب کرنے کی عادت بڑھتی جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کے دل سے پند و نصیحت کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے اسی طرح باپ پر لازم ہے کہ اس سے بات چیت کرنے میں اپنے رعب اور ہیبت کو قائم رکھے اور صرف کبھی کبھی ہی جھڑکا کرے اور ماں کو چاہیئے کہ (کسی بات پہ ضد نہ کرنے) کے موقعہ پر اسے باپ سے ڈرائے اور بری باتوں سے سختی کے ساتھ روکے۔

سونے کے آداب و لوازم!

اور دن کو سونے سے منع کرے۔ کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اسے رات کو سونے سے نہ روکا جائے۔ لیکن نرم بستر سے بہر حال روکا جائے۔ تاکہ اس کے اعضاء مضبوط ہوں، اور بدن بھدا نہ ہونے پائے۔ جس کی وجہ سے وہ آرام کے بغیر نہ رہ سکے، بلکہ اسے سخت بستر پر سونے، موٹے جھوٹے کپڑے پہننے اور سادہ خوراک کھانے کی عادت ڈالی جائے، اور پھر جو کام وہ چھپا کر کرتا ہو اس سے اسے روکا جائے کیونکہ وہ اس کام کو برا سمجھنے ہی کی وجہ سے تو چھپاتا ہے، اس لئے اگر اسے نظر انداز کیا گیا تو وہ اس برے کام کا عادی ہو جائے گا۔ اسی طرح دن کو چلنے پھرنے اور ورزش کرنے کی عادت بھی ڈالی جائے۔ تاکہ وہ کاہل اور سست نہ ہو جائے۔ لیکن اس امر کی نہایت احتیاط رکھی جائے کہ وہ اپنا سر پنڈلیاں، گھٹنے، رانیں وغیرہ ہرگز ننگی نہ کرے، نہ بہت جلد ہی چلے نہ ہی اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا ڈھالا رکھے، بلکہ انہیں اپنے سینے سے ملا کر چست رکھے۔

تکبر اور غرور کی ممانعت

اپنے ساتھیوں کے سامنے ماں باپ کی ملکیت میں کسی چیز پر فخر کرنے اپنے کھانے پینے کی چیزوں، کپڑوں حتیٰ کہ تختی اور دوات تک پر اترانے سے بھی منع کیا جائے۔ بلکہ اپنے ہر ساتھی سے انکساری اور تعظیم و تکریم سے پیش آنے اور پاکیزہ گفتگو کرنے کا عادی بنایا جائے اور اسے دوسرے بچوں سے کوئی چیز نہ لینے دی جائے۔ اگر کسی مالدار کا لڑکا ہو تو اسے یوں سمجھایا جائے کہ عزت اور سربلندی دینے میں ہے لینے میں نہیں ہے۔ بلکہ لینا تو کمینہ پن ذلت اور فرو مائگی ہے اور اگر غریب کا لڑکا ہو تو اسے سکھایا جائے کہ لالچ کرنا اور کسی سے کچھ لینا اپنی توہین اور رسوائی کا باعث ہے۔ اور کتے کی سی خصلت ہے کہ وہ لقمہ کے انتظار میں دم ہلاتا رہتا ہے۔ اس طرح بچوں کو سونے اور چاندی سے نفرت اور سانپوں اور بچھوؤں سے زیادہ ان کی محبت سے خوف دلاتا رہے۔ کیونکہ سونے چاندی کی محبت اور طمع بچوں بلکہ بڑوں کو بھی زہروں کی آفت سے زیادہ نقصان پہنچانے والی ہے۔

آدابِ مجلس و آداب کلام

نیز اسے سکھایا جائے کہ مجلس میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ کسی کے سامنے جمائی لے نہ کسی طرف پیٹھ کرے نہ پیر پر پیر رکھے، اسی طرح اپنی ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر یا اپنے سر کو بانہہ کا سہارا دے کر بھی نہ بیٹھے کیونکہ یہ سب کاہلی اور سستی کی علامتیں ہیں۔ غرضیکہ اسے بیٹھنے کا طریقہ بھی سکھایا اور زیادہ باتیں کرنے سے روکا جائے اور اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ کہ یہ سب بے شرمی کی باتیں ہیں۔ اور ذلیل لوگوں کے بچوں کے کام ہیں، نیز سچی ہو یا جھوٹی ہر قسم کی قسم کھانے سے بالکل منع کر دیا جائے۔ تاکہ اسے بچپن ہی سے قسم کھانے کی عادت پڑ جائے۔ اسی طرح گفتگو میں پہل کرنے سے بھی روکا جائے اور اس امر کی عادت ڈالی جائے، کہ صرف جواب دینے کے لئے بولا جائے۔ اور وہ بھی صرف بقدر سوال، اور جب کوئی شخص اس سے باتیں کر رہا ہو تو اچھی طرح سنے اور اپنے سے بڑے کے لئے اٹھ کر جگہ کھلی کرے اور پھر ادب سے اس کے سامنے بیٹھے اسی طرح بچے کو بیہودہ گوئی، فحش کلامی، لعن و طعن دشنام دہی، گالی گلوچ سے روکے اور ایسی باتیں کرنے والوں کے میل جول سے منع کرے کیونکہ برے ساتھیوں کی بری باتیں بچے پر ضرور اثر ڈال کر رہتی ہیں۔ اور بچوں کی تربیت کا اصلی راز تو انہیں برے ساتھیوں سے محفوظ رکھنے ہی میں مضمر ہے۔



مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۹ مئی ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی

سورت المائدہ : پ ۶ - ع ۱ - آیت ۱ تا آیت ۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

جو سورت اس سے قبل گزر چکی ہے سورت نساء، اس میں اللہ تعالٰی نے یہودیوں کے وہ اعمال بد بتائے ہیں جن میں انہوں نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کئے ہوئے سارے وعدوں کو توڑا ہے۔ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ج :- اللہ فرماتے ہیں کہ ان بدبختوں نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اس وعدے کو توڑ دیا اور توڑتے رہے ہم نے بھی ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور ان پر اپنے عذاب کو نازل کر دیا۔ تو مسلمانوں کو سمجھایا کہ تم مسلمان ہو، تم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا ہے۔ تم ایمان کے مدعی ہو تو تم کیا کرو؟ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط۔ تم نے جو عقد کئے ہیں ان کو پورا کرو۔ خصوصیت کے ساتھ وہ عقد جو تم نے اللہ کے ساتھ کیا، تم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا، تم نے عقد کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے رشتہ استوار کیا تم نے دعوٰی کیا کہ ہم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں۔ اور اسی عقود میں حقوق العباد بھی آجاتے ہیں۔ بڑا جامع لفظ ہے۔ اللہ کے ساتھ جو تم نے وعدہ کیا، عہد و میثاق اس کو بھی پورا کرو، اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی جو تمہارے عہد و میثاق ہیں تم ان کو بھی پورا کرو۔ یعنی گھریلو زندگی سے لے کر کے میاں بیوی کے تعلقات، ماں باپ کے تعلقات، پڑوسی کے تعلقات، گلی کے تعلقات، شہر کے تعلقات، ملک کے تعلقات، عام انسانوں کی سوسائٹی کے حقوق یہ سارے کے سارے لفظ عقد میں آجاتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں ان سب عہدوں کو پورا کرو، تب تم بنو گے مومن، اگر تم نے ان عہدوں کو پورا نہ کیا، تو پھر تمہارا مومن اپنے آپ کو کہلانا ذرا مشکل سا ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط امام الانبیاء کے پاس گاؤں کے رہنے والے نئے نئے مسلمان آئے۔ اور انہوں نے آکر عرض کیا۔ اٰمَنَّا، اے اللہ کے نبی ہم مومن ہو گئے۔ اے اللہ کے نبی ہم ایمان لے آئے۔ قرآن نے جواب دیا۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا۔ آپ فرما دیجئے ابھی تک تم مومن نہیں ہوئے۔ وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا، لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔ مومن کب بنو گے؟ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط مومن اس وقت بنو گے جب ایمان تمہارے دلوں میں راسخ ہو گا۔ ابھی تو ایمان تمہارے دلوں تک نہیں پہنچا۔ ابھی تو تمہارا ایمان حلقوم کے اوپر ہی اوپر ہے جیسا ہمارا حال ہے ہم زبان سے پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کبھی کبھی میلاد کی مجلسیں کر لیتے ہیں، کبھی چاول پکا دیتے ہیں، کبھی اور کچھ رسمی باتیں کر دیتے ہیں لیکن اسلام؟ سچی بات ہے میرے دوستو، میری باتوں سے آپ ناراض نہ ہوں، آج ہم ایک عجیب دور سے گزر رہے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آج اسلام یہ کہتا ہے کہ مجھے بیگانوں سے کوئی گلہ نہیں ہے، بیگانے تو تھے ہی تھے آج میرے ساتھ جو کچھ اپنے کر رہے ہیں وہ ایک عجیب ظلم و ستم ہے آج دیکھ لیجئے، ہمارے گھروں میں اسلام ہے؟ ہماری محفلوں میں اسلام ہے؟ ہماری نجی زندگی میں اسلام ہے؟ ہماری اجتماعی زندگی میں اسلام ہے؟ کہیں بھی مجھے بتا دیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت حاصل ہو اسلام تو بجائے خود رہا، اسلام اگر کہیں تھوڑا بہت ہو بھی تو وہ بھی ثانوی حیثیت سے ہو گا، عظمت، فوقیت، عزت آج اسلام کو حاصل نہیں۔ اسلام ہماری زندگی میں بالکل معمولی سی حیثیت کا مالک رہ گیا ہے۔

تو قرآن نے فرمایا، اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط تم پورا کرو اللہ تعالٰی سے کئے ہوئے عہدوں کو، جب تم اس بات پر آ گئے کہ تم تیار ہو گئے کہ جو ہم نے عہد کیا ہے رب العالمین کے ساتھ ہم اس عہد کو پورا کرتے ہیں تو پھر بات سن لو اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ، حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے وہ چار پائے، جو چرنے والے ہیں۔ اب کوئی یہ کہہ دے کہ حلال وہ کیوں ہیں، باقی کیوں نہیں حلال یہی تو کہا کہ ایمان ہے؟ مانتے ہو میری بات کو؟ اگر میری بات کو مانتے ہو تو میں کہتا ہوں بکری حلال ہے کتا حرام ہے۔ تم اگر یہ کہہ دو کہ بکری کیوں حلال ہے، کتا کیوں حرام ہے؟ تو اس طرح تو تم نے شبہ ڈال دیا، تم نے جو عہد میرے ساتھ کیا ہے وہ عہد پھر باقی نہ رہا۔ تم تو کہتے ہو، جو اللہ کہے گا ہم مانیں گے۔ تو اللہ فرماتے ہیں بکری حلال ہے کتا حرام ہے۔ بس تم ٹھہر جاؤ۔ یہاں پر، مسلمان کی پہلی زندگی جو تھی میرے دوستو، ہمارے سامنے تاریخ و سیر کی کتابیں موجود ہیں۔ امام الانبیاء نے جو کچھ ارشاد فرمایا، قرآن مجید نے جو کچھ ارشاد فرما دیا، جب اللہ کی بات سامنے آ گئی، ساری کی ساری اپنی دلائل ایک طرف رہ گئیں، جو اللہ نے فرمایا، جو اللہ کے نبی نے فرمایا مسلمان نے اس کو قبول کر لیا۔

یہاں پر بھی فرمایا اُحِلَّتْ لَكُمْ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ چرنے والے چار پائے اِلَّا مگر حرام ہیں تم پر وہ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ، جو ابھی تم پر پڑھے جائیں گے۔ (یہ محرماتِ ابدیہ) کی طرف اشارہ ہے۔ تم پر کچھ چیزیں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط سوائے اس بات کے کہ تم حلال سمجھو اس شکار کو اس بات میں کہ تم محرم ہو۔ یہاں تین حکم اللہ تعالٰی نے بیان کئے۔ قرآن مجید میں ہے، اللہ کا کلام ہے، اللہ کا کلام اتنا وسیع اتنا جامع ہے، ساری دنیا

اور دین، قیامت، برزخ ساری کی ساری عالمین کی باتیں قرآن مجید میں ہیں اور پھر قرآن کا دعوے ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا قرآن کا ایک کلمہ بھی سمجھ میں آجائے میرے بھائی اور اللہ عمل کی توفیق دے دے تو ہو سکتا ہے کہ ہماری اس سے بھی نجات ہوجائے۔

تو یہاں تین باتیں فرمائیں، أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ: حلال ہیں تمہارے لئے چرنے والے چارپائے۔ جو گھاس کھاتے ہیں۔ چرتا وہی ہے جو گھاس کھاتا ہے، اصول بیان کردیا، ایک قاعدہ بیان کردیا کہ جو چارپایہ چرے گا وہ گھاس کھائے گا۔ وہ بھوسہ کھائے، وہ کبھی ایسی چیز کو نہ کھائے گا جو خبیثات میں سے ہو وہ پھر مردار نہیں کھائے گا، وہ پھر باسی گوشت نہیں کھائے گا، وہ پھر گندی ہڈی کو نہیں کھائے گا، وہ پھر گوشت کو نہیں نوچے گا، اس لئے جو گھاس کھائے گا جو پتے کھائے گا، جو بھوسہ کھلائے گا۔ اس کی تربیت ہوگی طیب غذا کے ساتھ اور جب تربیت ہوگی طیب غذا کے ساتھ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے جیسا کہ سورۃ اعراف میں فرمایا يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ط وہ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے، اپنی اُمت کے لئے طیبات حلال کریں گے اور خبیثات کو حرام کردیں گے۔ یہ ایک خصوصی بات یہاں سے نکل آئی يُحِلُّ حلال کردیں گے۔ کون؟ وہ نبی (یہ قرآن شریف کی سورت اعراف کی آیت ہے) جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اپنی قوم کے چند افراد کو لے کر گئے ان کی توبہ قبول ہوئی اور راز و نیاز کی باتیں ہوئیں، حضرت موسےٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ رب العالمین کا جلال جمال میں بدل چکا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہے تو انہوں نے اپنی امت کے لئے بہتری کی دعا مانگی، انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ، علمائے برحق، ہمیشہ خواہش کرتے ہیں کہ اللہ کی مخلوقات کا بھلا ہو، جتنے اہل اللہ ہوتے ہیں علمائے برحق ہوتے ہیں، یہ متبع ہوتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے خصوصاً امام الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں اور حضور کی سب سے بڑی صفت کیا ہے؟ کہ اللہ کی کوئی بھی مخلوق جہنم میں نہ جائے۔ حضور دعائیں کرتے تھے، حضور اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تھے۔ حضور کی یہ خواہش تھی کہ اللہ کی کوئی بھی مخلوق جہنم میں نہ جائے اس لئے علمائے برحق کی بھی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کوئی مخلوق بھی جہنم میں نہ جائے۔

تو میں بات عرض کر رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ رحمت کا دریا جوش میں آیا ہے تو آپ نے جو اللہ سے درخواست کی وہ اپنی امت کی دونو جہانوں کی بہتری کی تھی وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ ط إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ط اے اللہ! میری اس امت کے لئے اس جہان کی بھی بہتر لکھ دے۔ اور قیامت کی بھی بہتری رکھ دے۔ کیوں؟ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ط ہم نے تیرے دربار میں توبہ کرڈالی، تیرے حضور میں ہم پہنچ گئے، تو نے ہماری توبہ قبول کرلی۔ اب ہماری اتنی سی درخواست ہے، کہ دونوں جہانوں کی بہتری ہمارے لئے لکھ دے، قرآن مجید گواہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا موسیٰ ذرا بات سن لو، میرا ایک قانون بھی سن لو، میرا ایک فیصلہ بھی سن لو، قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط اے موسےٰ میرا عذاب تو جس کو میں چاہوں دے دوں، عذاب میں کمی تخفیف کرتا ہوں لیکن رحمت؟ رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط میری رحمت ہر چیز پر شامل ہے کسی کو تھوڑی کسی کو زیادہ کسی کو بالذات، کسی کو بالتبع، تیرا جو یہ سوال ہے کہ میں دارین کی رحمتیں تیری امت کے لئے لکھ دوں۔ اس کا بھی جواب سن لے، فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ج الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ط ــــ اے موسیٰ بات سن! تو واقعی میرا کلیم ہے۔ میں نے تجھے کوہ طور پر بلا کر تیرے ساتھ کلام کیا۔ تجھے میں نے جاتے جاتے نبوت دے دی لیکن ذرا خیال رکھنا، ایک اور بہت بڑی ہستی ہیں۔ پیدا کی جسے دنیا دیکھے گی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی امت کے لئے میں نے دارین کی بہتری لکھ دی، ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں اس نبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے متعلق فرمایا، کاش ہم اپنے عقیدہ کو پورا کرتے اور جو وعدہ کیا تھا، اس کو ہم پورا کرلیتے حقیقت ہے، دارین کی نعمتیں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو دیتا مگر مسلمان؟ اس وقت اللہ کا باغی، اللہ کا سرکش ہے۔ (الا ماشاء اللہ) دنیا نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دارین کی نعمتیں دیں یا نہ دیں۔ آپ میں سے اکثر میرے لکھے پڑھے دوست ہیں۔ آپ بتائیے کہ پچاس کے عرصے میں مسلمانوں نے آدھے ایشیا پر حکومت کی، وہ مسلمان جو اونٹنی کا دودھ پینے والے تھے، جو باسی گوشت کھانے والے تھے، جن کے پاس کوئی مادی طاقت نہیں تھی، صرف ایک طاقت تھی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اور امام الانبیاء پر ایمان، امام الانبیاء پر یقین، اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ مسلمان پچاس سال کے اندر اندر آدھے ایشیا کے مالک ہوگئے۔ یہ اتفاق کی باتیں نہیں۔ مجھے بتایا جائے کوئی فلسفہ جو اُس فلسفہ لانے والے کی زندگی میں بھی کامیاب ہوا ہو۔ ہم کہتے بتا دیجئے۔ یہ صرف حضور کا فلسفہ حیات تھا، نظام حیات تھا۔ کہ ان بدوؤں کو، ان چرواہوں کو حضور نے اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ حضرت عمر فاروق رض کے متعلق ہے۔ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کہ ایک دن آپ اپنے تخت خلافت پر (تخت تو تھا ہی نہیں) آپ بیٹھے تھے اپنے اس حساب سے جو کر ہوتا ہے۔ خلافت کا مقام، تو آپ رض نے فرمایا در کاش! آج میرا باپ خطاب ہوتا تو دیکھ لیتا،، صحابہ نے پوچھا، حضرت! یہ کیا بات ہے؟ فرمایا! کہ میرا باپ خطاب مجھ سے کہا کرتا تھا رض اے عمر! تو اونٹوں کو نہیں چرا سکتا۔ مجھے یہ غم ہے، کہ تو اپنی زندگی کس طرح گزارے گا۔ ،، اگر آج میرا باپ زندہ ہوتا، تو دیکھ لیتا کہ محمد رسول اللہ کی غلامی نے مجھے وہ طاقت بخشی کہ میں آدھے ایشیا پر حکومت کر رہا ہوں۔ کیا تھا صحابی کے پاس وہ کون سی یونیورسٹی کے فاضل تھے۔ وہ کون سی اکیڈمی کے فارغ التحصیل تھے۔؟ صرف جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین تھا، اسلام پر یقین تھا، وہ قرآن شریف کو اپنا رہنما سمجھتے تھے۔

محمد شفیع عمرالدین - حیدرآباد

آخرت کے منکروں کا انجام بُرا ہے

قیامت کا آنا برحق ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۝ (النساء آیت ۸۷)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ بے شک قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی

اس دن اعمال تولے جائیں گے:

وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ط فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۝

(الاعراف - آیت ۸ - ۹)

ترجمہ: اور واقعی اس دن وزن بھی ہوگا۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا۔ سو یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس لئے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔ جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں۔ اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارا میں رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے اگر اخلاص و محبت سے حکم شرعی کے موافق کیا اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا۔ اور دکھاوے کو یا ریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے۔ جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے تو درگذر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔"

بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں وہاں اعیان کی صورت میں مجسّد کر دئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے تو غیر قار الذات اعراض ہیں۔ جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے پھر ان کا جمع ہونا اور تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہو سکتا ہے۔ جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے۔ پھر تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار کر رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔ رہا اُن کا وزن کیا جانا۔ تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا۔ جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں۔ لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلّے کس نوعیت و کیفیت کے ہوں گے۔ اور اس کا وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اُس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ اُن کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن و سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حدِ پرواز سے خارج ہے کیونکہ جن نوامیس و قوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہوگا اُن پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔ اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو۔ تو کتنی قسم ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ و سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا "مقیاس الہوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں۔ جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض کے اوزان و درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسّی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورۃً و حِسًّا ظاہر ہوتا ہو۔

(بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ)

اور آیات کا انکار کرنا ہی اُن کی حق تلفی ہے جسے "یَظْلِمُوْنَ" سے ادا فرمایا ہے۔

رہا سوال کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالےٰ کو ہے۔

۱- اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ ط

(حٰم السجدہ - آیت ۴۷)

ترجمہ: قیامت کی خبر کا اللہ تعالےٰ کی طرف حوالہ دیا جاتا ہے۔

۲- وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج

(الزخرف - آیت ۸۵)

ترجمہ: اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے۔

(۳) وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ۔ (الشوریٰ) آیت ۱۷)

ترجمہ: اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہو۔

اس لئے بندے کو ہر وقت اس کا اندیشہ رکھنا چاہئے۔

بہت بڑی گمراہی

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۱۸)

ترجمہ: اس کی جلدی تو وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ خبردار، بے شک جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں۔ وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

"یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟

لیکن

جن کو اللہ تعالےٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے وہ اس ہولناک گھڑی کے تصوّر سے لرزتے اور کانپتے ہیں۔ اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔

اسی لئے

اُس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ تیاری کیا خاک کریگا؟ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اُڑائیگا گمراہی میں اور زیادہ دُور ہوتا چلا جائے گا"۔

آخرت کے دن خرابی

قیامت کے دن منکرین کے لئے آخرت کے دن خرابی اور خسارہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ (النمل - آیت ۴-۵)

ترجمہ: البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کے لئے اچھے کر دکھائے۔ پس وہ سرگردان پھرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جنہیں بڑا عذاب ہونا ہے اور وہ آخرت میں بڑے خسارے میں ہوں گے

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

یعنی جن کو انجام کی کوئی فکر اور مستقبل کا خیال نہ ہو وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اُن کی تمام کوششوں کا مرکز یہ ہی چند روزہ زندگی ہے جو کتاب یا پیغمبر ادھر سے ہٹا کر عاقبت کی طرف توجہ دلائے اس پر کیوں کان دھرنے لگے۔ وہ دنیا کے عشق میں غرق ہو کر ہادیوں پر آوازے کستے ہیں۔ آسمانی صحیفوں کو موردِ طعن بناتے ہیں۔ پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور یہ ہی کام ہیں جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔

(تنبیہ) تزئین کی نسبت حق تعالےٰ کی طرف اس حیثیت سے کی کہ خالق ہر چیز کا وہی ہے۔ کسی سبب پر مسبب کا ترتیب بدوں اس کی مشیت و ارادہ کے نہیں ہو سکتا جیسا کہ دوسرے مواضع میں اضلال اور ختم و طبع وغیرہ کی نسبت اُس کی طرف ہوئی ہے۔ سورۂ نمل کی ان ابتدائی آیات کا مضمون سورۂ بقر کی ابتدائی آیات سے بہت مشابہ ہے۔ اُن کو ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

(اولئك .... هم الاخسرون)

یعنی وہاں سب سے زیادہ خسارہ میں یہ ہی لوگ ہوں گے۔

دردناک عذاب

جن کو آخرت کی فکر نہیں اور انجام سے غافل ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (بنی اسرائیل - آیت ۹-۱۰)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔ اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے

بُری مثال

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (النحل آیت ۶۰)

ترجمہ: جو آخرت کو نہیں مانتے۔ ان کی بُری مثال ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح

"احتیاج اولاد وغیرہ اور بیٹی کو بُرا سمجھنا اور اسے زندہ در گور کرنا۔ اس قسم کی بُری باتیں سب ان ہی کفار کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے پاک ہے۔ وہ سب پر غالب اور حکیم ہے"۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

"یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں بُری مثال یا بُری صفت و حالت اُن ہی کی ہے۔ وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں دُکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے اُن کو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا اُن کا شیوہ ہے آخر میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو بُرا انجام ہونا چاہئے اس سے بھی بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر ہیچ سے بُری مثال اور نقص و عیب کی نسبت اُن ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف اُن صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کی جا سکتی

ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔

(ھو العزیز الحکیم) یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے۔ لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہٰذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آ جائیں۔ اور اپنا رویّہ درست کر لیں۔"

کج روی

قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کجروی اختیار کرنا منکرین قیامت کا شیوہ ہے کیونکہ وہ دوسری زندگی کو فراموش کر کے اس کے انجام سے غافل ہیں۔

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ○ (المومنون۔ آیت ۷۳-۷۴)

ترجمہ: اور بے شک تو انہیں سیدھے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ اور جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے، سیدھے راستہ سے ہٹنے والے ہیں۔

منکرینِ قیامت کا رویّہ

۱۔ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○

ھود۔ آیت ۱۸-۱۹)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ وہ لوگ اپنے رب کے رو برو پیش کئے جائیں گے۔ اور گواہ کہیں گے کہ یہی ہیں کہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ——— خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ قیامت کے منکر:۔

۱۔ سب سے بڑے ظالم ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے مگر اسے سچا نہیں مانتے۔ نیز بقول حضرت شاہ صاحبؒ "خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔ علمؒ میں غلط نقل کرنا یا خوابؒ بنا لینا یا عقلؒ سے حکم کرنا دین کی بات میں یا دعوےٰ کرنا کہ کشف رکھتا ہوں یا اللہؐ کا مقرب ہوں۔"

۲۔ دوسروں کو اللہ تعالےٰ کے سیدھے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں۔

۳۔ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سیدھے راستے میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا کر دیں۔

۴۔ قیامت کے دن ان کا جھوٹ کھل جائے گا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور انہیں رحمت سے دوری ہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

۲۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ○ (النحل۔ آیت ۲۲-۲۳)

ترجمہ: تمہارا معبود اکیلا معبود ہے۔ پھر جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نہیں مانتے۔ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ضرور اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

"یعنی جو دلائل و شواہد اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں۔ جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے ——— لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے؟

یعنی خوب سمجھ لو کہ غرور و تکبر کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور طریق سے ہو رہا ہے سب خدا کے علم میں ہے وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔"

۳۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ۙ○ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○

(حٰمٓ سجدہ۔ آیت ۶-۷)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیں کہ میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں۔ میری طرف یہی حکم آتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ پھر اسی کی طرف سیدھے چلے جاؤ۔ اور اس سے معافی مانگو۔ اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ آخرت کے منکر (۱) مشرک ہیں (۲) وہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت نہیں کرتے (۳) اس سے اپنے گناہوں کی بخشش نہیں مانگتے (۴) زکوٰۃ نہیں دیتے ——— حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "یہاں زکوٰۃ سے کلمہ کہنا بھی مراد ہے ——— زکوٰۃ کے معنی ستھرائی۔"

المختصر

آخرت کے منکر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر کے حقوق اللہ اور زکوٰۃ وغیرہ نہ دے کر حقوق العباد دونوں ضائع کرتے ہیں۔

آخری مشورہ

انسان ذات کے بھلے کی یہ بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ذیل کے دستور العمل پر عمل کرے:۔

اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (یوسف - آیت ۳۷)

ترجمہ: بے شک میں نے اس قوم کا مذہب ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

لہٰذا

ان کافروں کا غلط مذہب چھوڑ دینا چاہیے۔ جو نہ اللہ تعالٰے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو مانیں اور نہ آخرت کے دن کو سچا جانیں۔ نیز اللہ تعالٰے اور اس کے آخری پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتوں کو سچا ماننا چاہیئے۔ اور شریعت کے اوامر و نواہی پر عمل کرکے اپنی عاقبت سنوار لینی چاہیئے۔

بقیہ: سیرت حضرت لقمان علیہ السلام

رکھا اور معاملات صفائی اور سچائی کی راہ اختیار کر

وظیفہ: اے فرزند یہ وظیفہ (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ) بہت ہی کثرت کے ساتھ پڑھتے رہا کرو۔ اس لئے کہ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ اس میں دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔

بُرا پڑوسی

۲۱۔ اے فرزند میں نے لوہے اور لکڑوں کے بوجھ اُٹھائے۔ لیکن بُرے پڑوسی سے زیادہ بوجھل کوئی چیز نہ پائی۔

غربت کی تلخی

۲۲۔ اے فرزند میں نے بہت سی تلخ اور اور کڑوی چیزیں استعمال کیں۔ لیکن غربت اور افلاس سے زیادہ تلخ کوئی چیز نظر نہیں آئی

۲۳۔ اے فرزند ایمان کی کمزوری سے عمل کے اندر کمزوری آ جاتی ہے۔ قبر کا تصور اور قیامت کی یاد سے عملی سستی کو دور کرنے کی کوشش کرو۔

بقیہ: مجلس ذکر

تو لئے جا رہا ہے کہ مجھے رزق حلال نہیں ملا۔ یہ مجھے دے دو۔ اور میری ساری مقبول عبادت و ذکر نماز وغیرہ اس کے بدلے میں مجھ سے لے لو۔

محترم حضرات! آپ اندازہ لگائیں۔

کہ حلال رزق کمانا کس قدر اہم اور افضل ہے۔ آپ بھی رزق حلال حاصل کرنے کے لئے کسی پیشہ اور کام کو عار نہ سمجھیں۔ انبیاءؑ نبوت سے پہلے محنت کرکے رزق حلال کماتے تھے۔ کسی نبی نے لوہارا کام کیا، کسی نے جوتے سیئے اور کپڑے سیا کرتا تھا۔

حدیث میں ہے جو اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرتا ہے۔ رزق حلال کے لئے محنت و کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالٰے اسے اپنا دوست سمجھتے ہیں صحابہ کرام بزرگان دین اور علمائے ربانی نے کبھی کسی کام کے کرنے میں عار نہیں سمجھی۔ وہ سب رزقِ حلال کے لئے محنت و کوشش کرتے ہے۔ حضرت شروع میں اپنے ہاتھ کتابت کی، تصحیح کرکے اور صابن بناکر رزق کمایا کرتے تھے لیکن جب دین کی خدمت زیادہ ہو گی اور درس و تدریس کا سلسلہ وسیع ہو گیا تو پھر چھوڑ دیا۔ حضرتؒ نے ساری زندگی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ تقریباً سب دینی مدارس والے چندہ کی اپیل کرتے ہیں لیکن حضرتؒ نے مدرسہ قاسم العلوم کی تعمیر کے لئے کبھی ایک پائی چندہ کی بھی اپیل نہیں کی۔ اللہ تعالٰی نے غیب سے امداد فرمائی۔ آج علمائے کرام ہاتھ سے محنت کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔ اس لئے اکثر مسجد کمیٹی یا اوقاف کمیٹی کی رضامندی کا خیال رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ ناراض ہو کر ان کی تنخواہ نہ بند کر دیں۔ جو عالم ہنر مند ہو گا۔ اپنے ہاتھ سے رزق کمائے گا۔ وہ ڈنکے کی چوٹ حق کہہ سکے گا۔ جس کی روٹی دوسرے کے ہاتھ ہو۔ وہ کیسے حق کہہ سکے گا۔ ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو رزق حلال کمانے اور اس کو صحیح راہ پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اللہ تعالٰے ہم سب کو خالص نیت کے ساتھ کثرت سے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

چٹ پر سُرخ نشان

چندہ

ختم ہونے کی نشانی ہے۔

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی مدظلہٗ

فرماتے ہیں کہ:-

میں ان تمام احباب کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے مجھے میری بیماری کے دوران ہمدردی کے خطوط لکھے اور اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازا۔ چونکہ فرداً فرداً جواب لکھنا میرے بس سے باہر کی بات ہے اس لئے خدام الدین کے ذریعے میں اپنے تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعاؤں کا سلسلہ بدستور جاری رکھیں — اس وقت ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کے زیر علاج ہوں اور سلطان فونڈری والے حضرات کی بے لوث محبت اور مساعی کی بدولت خاطر خواہ علاج ہو رہا ہے — چنانچہ ان حضرات کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

جامع مسجد ٹھٹھی حمزہ سناواں ضلع مظفر گڑھ میں سیرت النبیؐ پہ

عظیم الشان اجلاس منعقد

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بروز جمعرات ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور، بزرگ صالح جناب سید نذیر احمد قریشی، قریشی کلاتھ سناواں، بلبل پنجاب مداح رسول احمد بخش چشتی خطاب فرمائیں گے

(صوفی عبدالحمید - سناواں ضلع مظفر گڑھ)

دل — روحانیت کا مرکز

تحریر ——— عبدالہادی - لاہور

دل ایک آئینہ ہے - آئینے کا کام یہی ہے کہ وہ تصویر کا عکس پیش کرتا ہے - مبالغہ یا کمی بیشی سے اسے کوئی سروکار نہیں - جہاں آئینہ ہمیں ظاہری و خارجی کیفیات سے آگاہ کرتا ہے وہاں دل باطنی احساسات و کیفیات کی غمازی کرتا ہے - مومن کے دل کو اسی لئے ایک صاف و شفاف آئینے سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ وہ محبوب کا پَرتو ہے - دل کا آئینہ گدلا ہو تو جمال یار سے محروم ہوتا ہے - دل زندہ ہو تو یاد بھی مزا دینے لگتی ہے - روحانی کیف و سرور زندہ دل ہی کا حصہ ہے - بظاہر یہ گوشت کا ایک لوتھڑا نظر آتا ہے - لیکن حقیقت میں یہی انسانی زندگی کا منبع و سرچشمہ ہے - رشد و ہدایت کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں. اور دوسروں کے لئے مشعل راہ بنتے چلے جاتے ہیں جن سے ٹکرانے والے خود پاش پاش ہو جاتے ہیں لیکن داعیان حق کو دائمی عزت و شہرت سے ہمکنار کر جاتے ہیں - جسم کے تمام اجزا دل سے خون حاصل کر کے زندگی پاتے ہیں - اسی طرح روحانیت میں بھی دل ہی مرکزی مقام ہے جہاں سے ابھرتی ہوئی نور و ہدایت کی روشنی گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے -

بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک شخص کو آہ و زاری کرتے دیکھا - وہ طواف کرتے ہوئے بلند آواز سے یہ صدا لگا رہا تھا کہ "اے اللہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں" - اس کے چہرے پر شرمندگی و ندامت کے آثار نمایاں دکھائی دیتے تھے - "تو ہمارے دروازے سے چلا جا، یہاں نہ آیا کر" - غیب سے یہ آواز حضرت جنیدؒ نے سنی - وہ حیرانگی کے عالم میں اس کی طرف دیکھتے رہے، جس کی طرف یہ آواز منسوب کی گئی تھی - حضرت جنیدؒ نے اس کے دل پر نگاہ ڈالی، تو اللہ کی یاد سے غافل پایا - آپ اس کے قریب گئے، اور اس عجیب آواز کا تذکرہ کرتے ہوئے پوچھا، کہ کیا اس نے بھی یہ آواز سنی ہے - اس شخص نے قدرے توقف کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا......

"میں عرصے سے یہ آواز سن رہا ہوں. میں اس دروازے کو چھوڑ کر کہاں جاؤں. آخر اس در کے سوا دوسرا در ہے بھی تو نہیں" - اس کی آواز شدت جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی - اپنے رب پر اسے کامل اعتماد تھا - صرف اتنا کہنے پر رحمت خداوندی اسے آغوش میں لے چکی تھی اور وہ خدا کا ایک مقبول بندہ بن چکا تھا -

دل زندہ ہو تو یاد بھی مزہ دینے لگتی ہے - خانہ کعبہ کا طواف کرنے والے شخص کا دل خدا کی یاد سے غافل تھا - اس کا آئینہ دل گدلا تھا - اسی لئے وہ جمال یار سے محروم ہو چکا تھا - اور محرومی و ناکامی بھی تو مردہ دل ہی حصہ ہے - خدا کا فضل و کرم ہوا اس کا دل یاد الٰہی سے معمور ہو گیا - خدا کی یاد میں اسے کیف و سرور مل چکا تھا - آگ قریب آنے والے کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے - اس کا وجود کسی چیز کو خاکستر بنا دیتا ہے - اسی طرح جب دل میں عشق و مستی کی شمع روشن ہو چکی ہو تو وہ قریب آنے والے کو جلا کر رکھ دے گی - اس دل سے نکلے ہوئے الفاظ تیر کی طرح سینوں میں پیوست ہو جاتے ہیں، اور کیف و سرور تو زندہ دل ہی کے باعث ہے - صحابہ کرامؓ کے دل چونکہ روحانی کیف و مستی میں ڈھل چکے تھے. اس لئے وہ دوسروں کو متاثر کئے بغیر نہ رہتے تھے - اور انہیں اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے -

اسلام حضرت بلالؓ کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکا تھا - کٹھن سے کٹھن مراحل بھی ان کو جادۂ حق سے نہیں ہٹا سکے، بلکہ شدتِ تکلیف کے ساتھ ساتھ ان کے عزم حوصلے آہنی دیوار بنتے چلے گئے، اور انہیں دائمی عزت و شہرت سے ہمکنار کر گئے - وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے - کہ سچائی کا اعلان کرنا، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بغیر کبھی ممکن نہیں ہوا - انہیں تو حق کی اس نازک گھاٹی میں زخم کھانے میں ہی بے پناہ لذت آتی تھی - ان کے زندہ دل میں محبوب حقیقی کی محبت سما چکی تھی دل محبوب حقیقی کا پرتو تھا - کفار انہیں دہکتے کوئلوں پر گھسیٹتے تھے - تو پھر بھی ان کی زبان سے اَحَد اَحَد کے الفاظ سنائی دیتے تھے - شدتِ تکلیف اس لطیف احساس میں گم ہو چکی تھی - کہ رحمان و رحیم کی نظر خاص ان کی طرف اٹھی ہوئی ہے - اور خدا ان کی اس تکلیف سے واقف ہے - آخر دل روحانیت کا مرکز تو ہے - حضرت بلالؓ کا زندہ دل شدتِ تکلیف کو بھول چکا تھا - بلکہ وہاں تو خدا کے نام پر خاک و خون میں تڑپنے کی بے پناہ آرزو رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی - تعلق ٹھیک نہ ہو، تو آہ و فغاں تک نوبت آ جاتی ہے - لیکن یہاں تو آہ و زاری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا - آہ و زاری ہو تو عشق کیسا، اور آخر خدا مصیبت و تکلیف سے واقف بھی تو ہے - حضرت بلالؓ عشق حقیقی کو دل میں لئے دہکتے انگاروں پر لیٹے ہوئے عشق کے تقاضوں پر پورا اترتے تھے - ان کی پرکیف و مستی زندہ دل ہی کے باعث تو تھی، جو روحانی عشق و مستی کا مرکز بن چکا تھا -

اسلام میں روحانیت کے لئے دل کی پاکیزگی اور تزکیہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے - دل کو چونکہ مرکزی مقام حاصل ہے اور دوسرے تمام اجزاء اس سے زندگی پاتے ہیں - چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اس مرکزی مقام کو سب سے پہلے درست کیا جائے - روحانیت کے لئے دل کی پاکیزگی اور تزکیہ کو بے حد اہمیت حاصل ہے - گناہوں کی سیاہی میں نہائے ہوئے دل پر ظلمت و تاریکی چھا جاتی ہے - چنانچہ انبیائے کرامؑ نے بھی دل کی پاکیزگی اور تزکیہ پر زور دیا ہے - تاکہ یہ مرکزی مقام ٹھیک ہو جائے - تو باقی اجزا میں خود بخود زندگی آ جاتی ہے - مکان کی مضبوطی کا ان کی بنیادوں پر انحصار ہے - اگر بنیادیں ہی مستحکم نہ ہوں، تو عمارت ضرور دھڑام سے آگرے گی - روحانی دنیا میں بھی دلی استحکام بہت ضروری ہے - دل کی استحکامت سے مراد اس کا زندہ ہونا ہے - زندہ دل ہی سے رشد و ہدایت کے چشمے دوسرے اجزاء کو سیراب کرتے ہیں - اور ان پر بھی بہار آ جاتی ہے - خدا کی یاد میں لذت زندہ دل ہی کا حصہ

ہے، گمراہی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا دل ان سے کیفیات سے کیونکر روشناس ہو سکتا ہے

آدھی رات بیت چلی تھی ۔ مجاہدینِ اسلام آرام فرما رہے تھے ۔ آنحضرت صلعم کے حکم سے دو اصحابی پہرہ دے رہے تھے دونوں صحابی دیر تک جاگتے رہے، تاکہ دشمن عیاری سے حملہ نہ کر دے ۔ آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک کچھ دیر سو جائے ۔ اور دوسرا جاگتا رہے ۔ اس طرح باری یہ فرض ادا کرتے رہیں ۔ ایک صحابیؓ سو گیا ۔ اور دوسرا تلوار لیئے جاگ رہا تھا ۔ جاگنے والے صحابیؓ نے نفل پڑھنے شروع کر دیئے ۔ وہ بارگاہ الہٰی میں عجز و انکساری سے تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے ۔ اچانک ایک تیر سینے پر لگا ۔ خون کا ایک فوارہ نکلا، لیکن انہوں نے نماز نہیں توڑی ۔ اور تلاوت میں مصروف رہے ۔ دشمن نے یہ سمجھ کر کہ پہلا تیر خطا گیا، ایک اور تیر اسی جانب پھینکا، جو اتفاقاً پھر اسی صحابی کو لگا ۔ انہوں نے جنبش نہیں کی، بلکہ تیر نکال دیا ۔ اور نماز میں مصروف رہے ۔ وہ خون میں نہا چکے تھے ۔ سلام پھیر کر انہوں نے دوسرے صحابی کو جگایا ۔ وہ انہیں خون میں لت پت دیکھ کر حیران رہ گئے انہوں نے پوچھا کہ بروقت اس واقعہ سے آگاہ کیوں نہ کر دیا ۔ خون میں نہائے ہوئے صحابی نے فرمایا کہ انہوں نے سورۂ مریمؑ شروع کی تھی ۔ دل کو جو کیف و سرور آ رہا تھا، بھلا نماز توڑ کر اس سے محروم کیوں ہوتا، تمہیں تو اس لئے جگایا، کہ میری موت کے بعد اب تم اس فریضے کو ادا کرو، تاکہ آنحضرت صلعم کی حکم عدولی نہ ہو جائے ۔ وہ خون میں نہائے ہوئے شہادت حاصل کر چکے تھے ۔

کلامُ اللہ کی تلاوت کرنے والے صحابی کی دلی کیفیات کو کون سمجھ سکتا ہے ۔ ان کا دل خدا کی یاد میں اس قدر سرشار تھا کہ انہیں شدتِ تکلیف کا ذرا بھی احساس نہ ہوا ۔ ان کا دل تو خدا کی یاد سے لبریز تھا، اور وہ اسی میں سرشار جامِ شہادت نوش کر گئے ۔ ظاہر ہے، اس کیف و سرور کا منبع و سرچشمہ دل ہی تو ہے ۔ جو ظلم و گمراہی کے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے ۔ دل کی زندگی تو خدا کی یاد سے ہے ۔ قرآن مجید میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے "اور دلوں کو اطمینان تو خدا کے ذکر سے ہوتا ہے"۔ خدا کے ذکر پر ہی دلی کیف و سرور کا انحصار ہے ۔ دلوں پر گناہوں کے باعث جو تاریکی چھا جاتی ہے ۔ اللہ کا ذکر اسے صاف و شفاف آئینے کی مانند بنا دیتا ہے، اور اللہ کا ذکر تو طمانیت قلب کا باعث ہے ۔ مومن کے دل کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا اندازہ ہو سکتا ہے، کہ اس دل میں رب سما جاتا ہے ۔ اور جب محبوب ہی دل میں سما جائے، تو اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے ۔ گویا رب کے ذکر کی لذت اور کیف و سرور سے دل ہی سرشار ہوتا ہے، اور روحانیت کا مرکز یہی تو ہے ۔

محبوب کی بارگاہ میں وہی تحفہ قابلِ قبول ہوتا ہے، جو اس کی پسند ہو ۔ اس میں عاشق کی ذاتی پسند کو کوئی دخل نہیں ۔ آیئے اسی قول کے پیش نظر اپنا محاسبہ کریں جب اللہ کے ذکر میں ہمیں ہی لذت نہیں آتی، ہمارا دل گناہوں کے باعث تاریکی ظلمت میں گھر چکا ہے ۔ ہماری نماز ہمیں ہی پسند نہیں آتی، تو بھلا خدا کی بارگاہ میں کیسے مقبولیت حاصل کر سکتی ہے ۔ ضرورت اس بات کی ہے، کہ مرکزی مقام یعنی دل کو ہی ٹھیک کیا جائے، اور دل سے گمراہی کے پردے تو گناہوں سے بچنے اور اللہ کے ذکر سے ہی ہٹ سکتے ہیں ۔ جب یہ ٹھیک ہو جائے، اس پر نور و ہدایت کی شگفتگی چھا جائے، تو یادِ الہٰی میں سرور آ جائے گا، دل زندہ ہو، تو یاد بھی مزا دینے لگتی ہے ۔ کیف و مستی تو زندہ دل ہی کا حصہ ہے ۔ ایک گناہوں میں لتھڑا ہوا، دل بھلا ان کیفیات سے کیونکر روشناس ہو سکتا ہے ۔ دل روحانیت کا مرکز ہی تو ہے ۔ جہاں سے نور و ہدایت کے سوتے پھوٹتے ہیں، اور طمانیت

بچوں کا صفحہ

اخلاق کی عظمت

شفقت سلطانہ - لاہور

کردار کی بلندی ذہن کی عظمت اور عملی ترقی کا ثبوت ہے۔ جن لوگوں کا کردار بلند ہوتا ہے وہی لوگ زندگی کی عظمت کے راز سے آشنا ہوتے ہیں اور ایسے ہی افراد زندگی کی سطح پر انسانی فلاح و بہبود کے وہ خوشگوار پھول کھلاتے ہیں جن کی مہک تاقیامت رہتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ جب ہماری خادمہ کا انتقال ہونے لگا تو حالتِ بے ہوشی میں میں نے اُسے مسکراتے دیکھا۔ میں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ اسے ہوش عطا فرما تاکہ ماجرا پوچھ سکوں۔ اللہ تعالےٰ اسے ہوش عطا فرماتے ہیں۔ تو میرے دریافت کرنے پر خادمہ کہتی ہے "میں بازار میں ایک دفعہ گھی لینے گئی اور روپیہ برتن ہی میں ڈال دیا۔ دوکاندار نے یہ خیال کیا کہ اسے قیمت مل جائے گی۔ اسی خیال میں اس نے برتن میں گھی ڈال دیا۔ میں نے خیال کیا روپیہ نکال لیا ہوگا جب میں نے گھر آ کر گھی ہنڈیا میں انڈیلا تو روپیہ برتن سے نکل آیا۔ میں نے خدا کے خوف سے ڈر کر روپیہ لے جا کر اس دوکاندار کے حوالے کر دیا۔ میرے اس عمل کے بدلے میں اللہ نے مجھے زندگی ہی میں جنت کی خوشخبری دی ہے اور یہ درجہ عطا کیا ہے۔ فَادْخُلِی فِی عِبَادِی o وَادْخُلِی جَنَّتِی o ۔ (ترجمہ) پس میرے نیک بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

انسان حقیقی معنوں میں اس وقت انسان کہلوانے کا مستحق ہو سکتا ہے جب اپنے اندر اسلامی روایات کے مطابق عملی کردار پیدا کرے چونکہ اسلام مسلمانوں کو عملی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ کوئی قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور اور قوی کیوں نہ ہو دنیا کی دیگر اقوام سے برتری حاصل کرنے سے قاصر ہے جبتک وہ کوئی عملی قدم نہ اٹھائے۔ اس لئے ہمیں اپنے اسلاف کی طرح عملی زندگی گذارنے کی سعی کرنی چاہئے۔ بزرگانِ دین کی عملی زندگی کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ایک عورت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور پکار کر کہتی ہے "حضورؐ مجھے پاک کر دیجئے مجھ سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہے۔" آپؐ کوئی جواب نہیں دیتے۔ عورت پھر یہی کہتی ہے۔ آپؐ اسے وضع حمل تک مہلت دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہی عورت بچے سمیت حاضر ہوتی ہے۔ آپؐ اسے فرماتے ہیں جب بچہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہ حاضر ہو کر کہتی ہے کہ اب بچہ روٹی کھا لیتا ہے آپؐ اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد آپؐ خود جنازہ پڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی توبہ کو وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ مدینہ کے ستر آدمیوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔

میں کامل وثوق سے کہتی ہوں اگر ہم زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اصولوں کے پابند رہیں تو بہت تھوڑے عرصہ میں ترقی کی تمام تر منازل طے کر سکتے ہیں اس وقت ہمارے ملک پاکستان میں ترقیاتی منصوبے بڑے زوروں پر ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ کو بلند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن ان ساری ترقیوں کے باوجود ایک قومی ضرورت ایسی ہے جس کی طرف ہمیں خود متوجہ ہونا ازبس لازم ہے وہ ہمارا اپنا کردار ہے۔

ہمارا اخلاق اس وقت ہی بلند ہو سکتا ہے جبکہ ہم اسلامی اصولوں کو اپنائیں رسول کریمؐ نے نجرانی عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اس وقت اجازت دی جس وقت مسائلِ توحید پر بحث ہو رہی تھی اور مباحثہ سے بڑھ کر مباہلہ تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ لیکن موجودہ بعض علمائے دین کا عمل یہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی مسجدوں میں نماز ادا کرنی تو درکنار پاؤں بھی نہیں رکھنے دیتے۔ پھر یہاں تک ہی بس نہیں تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب رسول کریمؐ کی تعلیم کی اشاعت کرنے والے ہی اس طرح کی نازیبا حرکات سے باز نہیں آتے تو عوام الناس کو خاک راہِ مستقیم بتلائیں گے۔ کیا آج کل کے مشاہدات اس کا ثبوت نہیں ہیں؟

مذہب اور اخلاق دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ کردار مذہبی مضبوطی کا پہلا ستون ہے اور مذہب کی اشاعت میں اسے درجۂ اہم حاصل ہے۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے اخلاق رسولؐ کے متعلق دریافت کیا تو آپؓ فرماتی ہیں "کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟" اس نے عرض کی "میں قرآن مجید کی تلاوت تو کیا کرتا ہوں [illegible] نے جیسا آپ کا اخلاق بیان کیا ہے ویسا ہی ہے۔ کان خلقہ القرآن (حدیث) وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ o (قرآن)

کوئی منصوبہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو وہ اس وقت تک قطعاً نامکمل رہتا ہے جب تک اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اسے عملی صورت دینے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قومی مفاد کو مقدم سمجھیں اور وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار ہوں۔ ایسے جذبات پیدا کرنے کے لئے بلند اخلاق کی ضرورت ہے اخلاق کوئی ایسی چیز نہیں جو خودبخود پیدا ہو جائے اس کے لئے شعور اور احساس کی ضرورت ہے۔ جب انسان میں صحیح شعور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے فرائض کی بجاآوری میں تساہل نہیں برتتا۔ گویا شعور اور احساس کا امتزاج ہی اخلاق کی تشکیل کرتا ہے۔ رسول خداؐ ایک عورت کا جنازہ دیکھتے ہیں اور دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت نماز، روزہ اور خیرات و صدقات تو بہت کرتی تھی لیکن اس کی بدزبانی کی وجہ سے اس کے ہمسائے بہت تنگ تھے۔ آپؐ نے فرمایا "لازم ہو گئی"۔ صحابہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہؐ! کیا لازم ہو گئی؟" فرمایا "جہنم"۔ اسی طرح ایک بلی کو باندھ کر مارنے والی دوزخی عورت کا قصہ عام مشہور ہے۔

اسی طرح ایک اور عورت کی وفات کے بعد دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کیسی تھی تو صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں۔ وہ نماز، روزہ اور خیرات وغیرہ تو بہت کثرت سے ادا نہیں کرتی تھی البتہ اس کے اچھے اخلاق سے اس سے تمام لوگ خوش تھے تو فرمایا اس پر جنت لازم ہو گئی۔ اسی طرح ایک عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تو وہ جنتی ہو گئی۔

رسول پاکؐ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جھوٹ بولتا ہے (۲) امانت میں خیانت کرتا ہے (۳) بدعہدی کرتا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵
چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴-۱ اگست ۱۹۶۴ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا